Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English
ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)
Home Page: http://www.arjish.com
Approved by HEC in "Y" Category
Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan
Website: www.arjish.com
Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020
This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International License

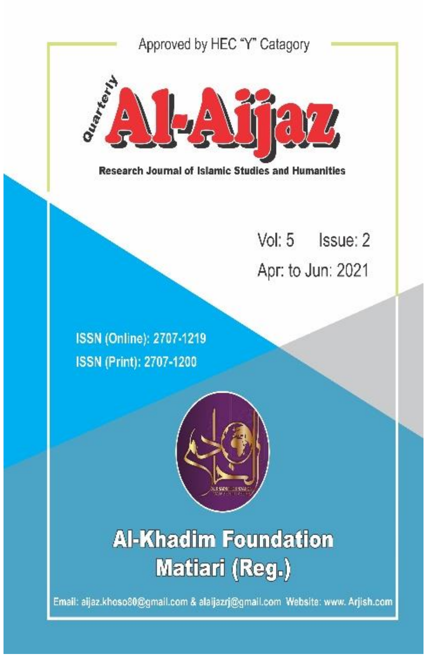

TOPIC:

A study of The Book of Mumtaz Shireen, "Manto: Noori Na Nari" according Islamic values

AUTHORS:

1. Fatima Jabeen, Ph.D Urdu Scholar Allama Iqbal Open University Islamabad.
Email: fatimajabeen1980@gmail.com
2. Dr. Norina Tahreem Babar, Associate Professor Urdu Allama Iqbal Open University Islamabad.

How to cite:
Jabeen, F. ., & Babar, N. T. (2021). Urdu-26 A study of The Book of Mumtaz Shireen, "Manto: Noori Na Nari" according Islamic values. *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities*, *5*(2), 335-352.
https://doi.org/10.53575/Urdu26.v5.02(21).335-352

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/311

Vol: 5, No. 2 | April to June 2021 | Page: 335-352

Published online: 2021-06-20

QR Code

اسلامی اقدار کے ضمن میں "ممتاز شیریں" کی کتاب "منٹو: نوری نہ ناری" کا جائزہ

A study of The Book of Mumtaz Shireen, "Manto: Noori Na Nari" according Islamic values

Fatima Jabeen*
Dr. Norina Tahreem Babar**

Abstract
Islam is a complete code of life. Allah Almighty has given this code of life through the Last Prophet Hazrat Muhammad ﷺ who passed his life according this code and present his life as Symbol for all mankind. Heﷺ told what is allowed and abandon from the misdeeds. Manto is represent as a person who write about misdeeds of life. Saadat Hasan Manto)11 May 1912 – 18 January 1955) was a writer author born in Ludhiana active in British India and later, after the partition, in Pakistan. Writing mainly in the Urdu language, he produced 22 collections of short stories, a novel, five series of radio plays, three collections of essays and two collections of personal sketches. Manto was known to write about the hard truths of society that no one dared to talk about. A review of Mumtaz Shireen book "Manto: Noori Na Nari". Mumtaz Shireen is a Story Writer as well as an exceptional Critic of Urdu Fiction. She Presents her Critical reviews in a solid and well-reasoned manner in light of international literature. Mumtaz Shireen is Considered as one of the foremost critics of fiction. She has discussed the feature of novel, novelette, novella and short story. In term of criticism, two of her books are worth mentioning the first book "Mayar" is a compilation of 13 of her critical essays. The 2nd "Manto: Noori Na Nari" is a compilation of Mumtaz Shireen's miscellaneous writings about Manto. The following article is a comparative overview of book "Manto: Noori Na Nari" and Islamic Values and his place according to Islamic Values.
Keywords: Manto, Mumtaz Shereen, Nori na Nari, Samrala Ludhiana, Hindu Pur, Andhra Pradesh.

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ کو اس دین حیات کی تکمیل دے کر اس دنیا میں بھیجا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے عمل اور علم کے ذریعے انسانیت ہر یہ واضح کر دیا کہ دین اسلام انسانیت کو آدمیت اور خلیفۃ الارض کے عہدے پر بحال کرنے کے لیے آیا ہے اور جو کوئی اس راستے سے منحرف ہو کر کسی اور طرف جائے گا دراصل وہ رب ذوالجلال کے راستے کو چھوڑ کر شیطان کے راستے پر ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھٹک کر گمراہی کے راستے پر چل دیا ہے جس کا نتیجہ ازلی ناکامی ہے۔ دین اسلام عورت اور جنس کے حوالے سے واضح ہدایات دیتا ہے اور جو کوئی ان ہدایات سے الگ راستہ اپناتا ہے دراصل وہ المنکر کا ارتکاب کرتا ہے۔ انہی منکرات میں شرک، سود خوری، زنا، بدکاری، تہمت طرازی، ناحق دست درازی، بداخلاقی، امانت میں خیانت، جھوٹ، فریب و مکر، بزدلی، تنگ دلی، حرص و ہوس، ناحق مال کھانا، بے حیائی، بے حیائی اور عریانی وغیرہ شامل ہیں۔

* Ph.D Urdu Scholar Allama Iqbal Open University Islamabad
Email: fatimajabeen1980@gmail.com
** Associate Professor Urdu Allama Iqbal Open University Islamabad

"ہر وہ عمل جو ناجائز طور پر کسی بھی قسم کی جنسی لذت حاصل کرنے کے کیا جائے چاہے وہ جنسی اعضاء، جنسی فعل یا اس نیت سے کیا جائے کہ جس کے سبب جنسی شہوت بھڑک اٹھے اور جنسی تسکین حاصل ہو جائے "اس ضمن میں ہر وہ تحریر، تصویر، گفتگو، اشارات، لطائف سبھی کے سبھی شامل ہیں جن کے سبب جنسی اشتہا اپنی تسکین حاصل کرتی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ لذت کے حصول، پیسہ کمانے یا وقت گزاری اور محض لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے ایسے مواد کی اشاعت کرنا جو صرف اور صرف اپنے من کی تسکین کے لیے ہو بے حیائی کے زمرے میں آتا ہے۔ قرآن مجید نے بے حیائی کو ان الفاظ میں مذموم قرار دیا ہے:

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها و ما بطن والاثم و البغی بغیر الحق (1)

ترجمہ: کہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے۔

اسی حوالہ سے یہ آیت مبارکہ بھی ملاحظہ ہو:

ولا تقربوا الفواحش ما ظهر و ما بطن (2)

ترجمہ: اور بے حیائی اور بے حیائی کے کاموں کے نزدیک نہ جانا اگرچہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ کچھ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

ان الله يامر بالعدل و الاحسان و ايتآء ذی القربٰی و ينهی عن الفحشآء والمنكر والبغی (3)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور رشتہ داروں کو (خرچ کرنا) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔

درج بالا آیات کے مفہوم کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے عمومی رشتے کو ایک خاص حرمت کے رشتے سے باندھ دیا ہے اور ہر طرح کے آزادانہ ماحول پر پابندی لگا دی ہے جس کے سبب معاشرے میں بگاڑ آ سکتا ہے اور ماحول جنسی اختلاط کے سبب بے راہ روی کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس پابندی کے مقاصد میں یہ امر واضح ہے کہ ایک مضبوط اور منظم معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ معاشرہ جنسی لذت اور تسکین کے حصول کے لیے بے راہ روی کی بجائے مسلم قواعد و ضوابط پر عمل پیرا ہو اور جنسی تسکین کے حصول کے لیے نکاح کے اصول کو لاگو کر کے ایک منظم خاندانی نظام کو فروغ دیا جا سکے۔ اس کا دوسرا بنیادی مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان۔ جو کہ خلیفۃ الارض اور خدا کا نائب ہے۔ کو آزمانا بھی ہو سکتا ہے کہ انسانوں میں وہ کون لوگ ہیں جو تابع فرماں ہو کر اپنے نفس کو قابو کر سکتے ہیں اور کون سے وہ ہیں جو خود کو سیدھی سے الگ کر گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوب کر اپنے آپ کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیتے ہیں اور اللہ رب العزت کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ موطا امام مالک میں ایک روایت موجود ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے:

"زید بن طلحہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہر دین کا ایک وصف ہے اور اسلام کا وصف حیاء ہے" (4)

یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر ﷺ سے حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ حیا کا ذکر کر کے اسلام میں بے حیائی، عریانی اور بے حیائی پر

چوٹ لگائی گئی ہے تاکہ معاشرہ کو ہر صورت میں اس کے اثر سے پاک رکھا جاسکے۔اسی لیے قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں واضح طور پر اس کا ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہے۔جنسی تقاضے کی شدت اور اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ انسان کو اچھے طریقے سے خبر دار کر دیا ہے کہ شیطان بے حیائی اور عریانی کے سبب ہی انسانیت کو گمراہ کرنے کی پوری کوشش کرے گا کیوں کہ یہ شیطان ہی ہے جو انسان کو گمراہی اور بے حیائی و عریانی کے راستے پر لگاتا ہے اور ایسی لغو باتوں کا حکم دیتا ہے جس کے سبب معاشرہ جنسی بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشه (5)

ترجمہ: اور زنا کے قریب مت جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے۔

اگر احادیث کے ذخیرہ کو دیکھا جائے تو اس ضمن میں کئی ساری احادیث وارد ہیں جو صریح طور پر بے حیائی، عریانی اور جنسی بے راہ روی کی مذمت کرتی معلوم ہوتی ہیں لیکن ذیل میں چند ایک کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔امام بخاری نے نقل کیا ہے:

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فحش گو اور فحش کلام کرنے والے نہیں تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا سب لوگوں میں مجھ کو وہ شخص زیادہ پسند ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ خوش خلق ہو" (6)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں کچھ ملتا ہے:

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو اپنی تعریف و توصیف پسند نہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں اسی وجہ سے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے۔"(7)

جامع ترمذی میں امام ترمذیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جاتا ہے۔بے حیائی ظلم ہے اور ظلم جہنم میں لے جاتا ہے۔"(8)

نامحرم عورت کو چھونے میں حضور اکرم ﷺ نے اس قدر احتیاط برتی ہے کہ زندگی بھر کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو چھوا تک نہیں یہاں تک کہ جب کبھی کسی عورت کو بیعت کرتے اور اسلام میں داخل کرتے تو اس سے زبانی کلامی عہد لیتے وہ بھی با پردہ۔

منٹو نوری نہ ناری ایک تجزیہ

سعادت حسن منٹو کے والد غلام حسن منٹو قوم اور ذات کے کشمیری امر تسر کے ایک محلے کوچہ "وکیلاں" میں ایک بڑے خاندان کے ساتھ رہتے تھے۔منٹو 11 مئی 1912ء کو موضع سمبرالہ، ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔(9)ان کے والد لدھیانہ کی کسی تحصیل میں تعینات تھے۔دوست انہیں ٹامی کے نام سے پکارتے تھے۔منٹو اپنے گھر میں ایک سہما ہوا بچہ تھا۔جو سوتیلے بہن بھائیوں کی موجودگی اور والد کی سختی کی

وجہ سے اپنا آپ ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ ان کی والدہ ان کی طرف دار تھیں۔ وہ ابتدا ہی سے اسکول کی تعلیم کی طرف مائل نہیں تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی۔ 1921ء میں اسے ایم اے او مڈل اسکول میں چوتھی جماعت میں داخل کرایا گیا۔ ان کا تعلیمی کریئر حوصلہ افزا نہیں تھا۔ میٹرک کے امتحان میں تین مرتبہ فیل ہونے کے بعد انہوں نے 1931 میں یہ امتحان پاس کیا تھا۔ جس کے بعد انہوں نے ہندو سبھا کالج میں ایف اے میں داخلہ لیا لیکن اسے چھوڑ کر، ایم او کالج میں سال دوم میں داخلہ لے لیا۔ انہوں نے انسانی نفسیات کو اپنا موضوع بنایا۔ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے 18۔ جنوری 1955ء ان کا انتقال ہوا۔(10) ان کو میانی صاحب قبرستان لاہور میں دفن کیا گیا۔

سعادت حسن منٹو ایک حساس شخصیت کا مالک تھا۔ وہ کسی وجہ سے کسی کو ناپسند کرتا تو پھر خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس کی انا اگر مجروح ہوتی تو آگے والے کی شامت ہی آجاتی۔ منٹو نے جو افسانے تخلیق کیے ان میں سے چند مشہور ترین افسانے ذیل میں ہیں:

1. دھواں
2. منٹو کے افسانے
3. نمرود کی خدائی
4. برقعے
5. پھندے
6. شکاری عورتیں
7. سرکنڈوں کے پیچھے
8. گنجے فرشتے
9. بادشاہت کا خاتمہ
10. شیطان
11. اوپر نیچے درمیان میں
12. نیلی رگیں
13. کالی شلوار
14. بغیر اجازت
15. رتی ماشہ تولہ
16. یزید
17. ٹھنڈا گوشت

18. بڑھا کھوسٹ
19. آتش پارے
20. خالی بوتلیں خالی ڈبے
21. سیاہ حاشیے
22. گلاب کا پھول
23. چغد
24. لذت سنگ
25. تلخ ترش شیریں
26. جنازے
27. بغیر اجازت یہ نام پہلے سے ہیں

پاکستان میں ان کو نشان امتیاز کے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ (11)

ممتاز شیریں 12 ستمبر 1924ء کو ہندو پور، آندھرا پردیش، برطانوی ہندوستان میں پیدا ہوئیں۔(12) ممتاز شیریں کے نانا ٹیپو قاسم خان نے اپنی اس نواسی کو تعلیم و تربیت کی خاطر اپنے پاس میسور بلا لیا۔ اس طرح وہ بچپن ہی میں اپنے ننھیال میں رہنے لگیں۔ ممتاز شیریں کے نانا اور نانی نے اپنی اس ہونہار نواسی کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ وہ خود بھی تعلیم یافتہ تھے اور گھر میں علمی و ادبی ماحول بھی میسر تھا۔ ممتاز شیریں ایک فطین طالبہ تھیں انہوں نے تیرہ (13) برس کی عمر میں میٹرک کا امتحان درجہ اول میں امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ ان کے اساتذہ ان کی قابلیت اور خداداد صلاحیتوں کے معترف تھے۔ تین بہنوں اور دو بھائیوں میں شیریں سب سے بڑی تھیں۔ ممتاز شیریں کی تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش کے حوالے سے ڈاکٹر تنظیم الفردوس اپنی رائے یوں پیش کرتی ہیں:

" ممتاز شیریں کی تاریخ پیدائش ۱۲ ستمبر ۱۹۲۴ء ہے۔ اس ضمن میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔ صرف ماہنامہ قند (مردان) ''ممتاز شیریں نمبر'' میں ۱۹۲۵ء درج ہے جو سہو کتابت معلوم ہوتی ہے، البتہ ان کی جائے پیدائش کے بیان میں اختلافات ہیں۔ کہیں میسور، کہیں بنگلور اور کہیں ہندو پور درج ہے۔ مثلاً ''قند'' مردان ''ممتاز شیریں نمبر'' میں ان کی جائے پیدائش بنگلور درج ہے۔ جنوبی ہند کے قلم کاروں کے بارے میں پرکاش پنڈت کی تالیف ''سرخ آنچل'' میں ہندوپور (مدراس) لکھا ہے۔ ماہنامہ " ہم قلم "(فروری ،مارچ ۱۹۶۳ء) اور ماہنامہ ''ساقی "(سالنامہ ۱۹۶۹ء) کے سوانحی کوائف میں میسور درج ہے۔"(13)

1941ء میں ممتاز شیریں نے مہارانی کالج بنگلور سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔(14) 1942ء میں ممتاز شیریں کی شادی صمد شاہین سے ہو گئی۔(15) ممتاز شیریں نے 1944ء میں اپنے شوہر صمد شاہین سے مل کر بنگلور سے ایک ادبی مجلے "نیا دور" کی اشاعت کا آغاز کیا۔(16)

اس رجحان ساز ادبی مجلے نے جمود کا خاتمہ کیا اور مسائل ادب اور تخلیقی محرکات کے بارے میں چشم کشا صداقتیں سامنے لانے کی سعی کی گئی۔ صمد شاہین پیشے کے اعتبار سے وکیل تھے۔ انھوں نے وکالت کے بعد ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اس کے بعد وہ حکومت پاکستان میں سرکاری ملازم ہو گئے۔ وہ ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے حکومت پاکستان کے بیورو آف ریفرنس اینڈ ریسرچ میں جوائنٹ ڈائریکٹر کے منصب پر فائز ہوئے۔ ممتاز شیریں نے زمانہ طالب علمی ہی سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا۔ ان کی سنجیدگی، فہم و فراست، تدبر و بصیرت اور وسیع مطالعہ نے انھیں سب کی منظور نظر بنا دیا۔ ہر جماعت میں وہ اول آتیں اور ہر مضمون میں امتحان میں وہ سر فہرست رہتیں۔ قیام پاکستان کے بعد ممتاز شیریں کا خاندان ہجرت کر کے کراچی پہنچا۔ کراچی آنے کے بعد ممتاز شیریں نے اپنے ادبی مجلے نیا دور کی اشاعت پر توجہ دی اور کراچی سے اس کی باقاعدہ اشاعت کا آغاز ہو گیا لیکن 1952ء میں ممتاز شیریں اپنے شوہر کے ہمراہ بیرون ملک چلی گئیں (17) اور یوں یہ مجلہ اس طرح بند ہوا کہ پھر کبھی اس کی اشاعت کی نوبت نہ آئی۔ ادبی مجلہ نیا دور ممتاز شیریں کی تنقیدی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ پاکستان آنے کے بعد ممتاز شیریں نے جامعہ کراچی میں داخلہ لیا اور انگریزی ادبیات میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ جامعہ کراچی سے ایم اے (انگریزی) کرنے کے بعد ممتاز شیریں برطانیہ چلی گئیں اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں جدید انگریزی تنقید میں اختصاصی مہارت فراہم کرنے والی تدریسی کلاسز میں داخلہ لیا اور انگریزی ادب کے نابغہ روزگار نقادوں اور ادیبوں سے اکتساب فیض کیا اور انگریزی ادب کا وسیع مطالعہ کیا۔ ممتاز شیریں کی دلی تمنا تھی کہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ان کی تعلیم جاری رہے اور وہ اس عظیم جامعہ سے ڈاکٹریٹ (ڈی فل) کریں لیکن بعض ناگزیر حالات اور خاندانی مسائل کے باعث وہ اپنا نصب العین حاصل نہ کر سکیں اور انھیں اپنا تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے پاکستان واپس آنا پڑا۔ اس کا انھیں عمر بھر قلق رہا۔

ممتاز شیریں نے 1942ء میں تخلیق ادب میں اپنے سفر کا آغاز کیا۔ ان کا پہلا افسانہ انگڑائی ادبی مجلہ ساقی دہلی میں 1944ء میں شائع ہوا (18) تو ادبی حلقوں میں اسے زبردست پزیرائی ملی۔ اس افسانے میں ممتاز شیریں نے فرائڈ کے نظریہ تحلیل نفسی کو جس موثر انداز میں پیش نظر رکھا ہے وہ قاری کو مسحور کر دیتا ہے۔ افسانہ کیا ہے عبرت کا ایک تازیانہ ہے۔ ایک لڑکی بچپن میں اپنی ہی جنس کی ایک دوسری عورت سے پیمان وفا باندھ لیتی ہے۔ جب وہ بھرپور شباب کی منزل کو پہنچتی ہے تو اس کے مزاج اور جذبات میں جو مدوجزر پیدا ہوتا ہے وہ اسے مخالف جنس کی جانب کشش پر مجبور کر دیتا ہے۔ جذبات کی یہ کروٹ اور محبت کی یہ انگڑائی نفسیاتی اعتبار سے گہری معنویت کی حامل ہے۔ بچپن کی ناپختہ باتیں جوانی میں جس طرح بدل جاتی ہیں، ان کا حقیقت پسندانہ تجزیہ اس افسانے کا اہم موضوع ہے۔ مشہور افسانہ انگڑائی ممتاز شیریں کے پہلے افسانوی مجموعے اپنی نگریا میں شامل ہے۔ وقت کے ساتھ خیالات میں جو تغیر و تبدل ہوتا ہے وہ قاری کے لیے ایک انوکھا تجربہ بن جاتا ہے۔ یہ تجربہ جہاں جذباتی اور نفسیاتی اضطراب کا مظہر ہے وہاں اس کی تہ میں روحانی مسرت کے منابع کا سراغ بھی ملتا ہے۔ وہ ایک مستعد اور فعال تخلیق کار تھیں۔ ان کے اسلوب کو علمی و ادبی حلقوں نے ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

اردو ادب میں حریت فکر کی روایت کو پروان چڑھانے میں ممتاز شیریں کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ وہ عجز و انکسار اور خلوص کا پیکر

تھیں۔ ظلمت نیم روز ہو یا منٹو نوری نہ ناری ہر جگہ اسلوبیاتی تنوع کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ قدرت اللہ شہاب اور محمود ہاشمی کے اسلوب کو وہ قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ قدرت اللہ شہاب کی تصنیف یا خدا اور محمود ہاشمی کی تصنیف کشمیر اداس ہے کا پیرایۂ آغاز جس خلوص کے ساتھ ممتاز شیریں نے لکھا ہے وہ ان کی تنقیدی بصیرت کے ارفع معیار کی دلیل ہے۔ وطن اور اہل وطن کے ساتھ قلبی لگاؤ اور والہانہ محبت ان کے قلب، جسم اور روح سے عبارت تھی ابتدا میں اگرچہ وہ کرشن چندر کے فن افسانہ نگاری کی مداح رہیں مگر جب کرشن چندر نے پاکستان کی آزادی اور تقسیم ہند کے موضوع پر افسانوں میں کانگریسی سوچ کی ترجمانی کی تو ممتاز شیریں نے اس انداز فکر پر نہ صرف گرفت کی بلکہ اسے سخت ناپسند کرتے ہوئے کرشن چندر کے بارے میں اپنے خیالات سے رجوع کر لیا اور تقسیم ہند کے واقعات اور ان کے اثرات کے بارے میں کرشن چندر کی رائے سے اختلاف کیا۔ ممتاز شیریں نے اردو ادب میں منٹو اور عصمت چغتائی پر جنس کے حوالے سے کی جانے والی تنقید کو بلا جواز قرار دیتے ہوئے ان کے اسلوب کو بہ نظر تحسین دیکھا۔ ممتاز شیریں کا تنقیدی مسلک کئی اعتبار سے محمد حسن عسکری کے قریب تر دکھائی دیتا ہے۔ سب کے ساتھ اخلاق اور اخلاص سے لبریز ان کا سلوک ان کی شخصیت کا امتیازی وصف تھا۔ ان کے اسلوب کی بے ساختگی اور بے تکلفی اپنی مثال آپ ہے۔ زبان و بیان پر ان کی خلاقانہ دسترس اور اسلوب کی ندرت کے اعجاز سے انھوں نے ادب، فن اور زندگی کو نئے آفاق سے آشنا کیا۔ ان کے ہاں فن کار کی انا، سلیقہ اور علم و ادب کے ساتھ قلبی لگاؤ، وطن اور اہل وطن کے ساتھ والہانہ وابستگی کی جو کیفیت ہے وہ انہیں ایک اہم مقام عطا کرتی ہے۔ ادب کو انسانیت کے وقار اور سربلندی کے لیے استعمال کرنے کی وہ زبردست حامی تھیں۔ انھوں نے داخلی اور خارجی احساسات کو جس مہارت سے پیرایہ اظہار عطا کیا ہے وہ قابل غور ہے۔ ان کا تخلیقی ادب ذیل میں ہے

- اپنی نگریا (افسانہ)
- حدیث دیگراں (افسانہ)
- میگھ ملہار (افسانہ)
- ظلمت نیم روز (فسادات کے افسانے) ترتیب: ڈاکٹر آصف فرخی
- معیار (تنقید)
- منٹو، نوری نہ ناری (تنقید)
- نیا دور (ادبی جریدہ) مدیر
- (در شہوار) جان اسٹین بیک کے ناول The Pearl کا ترجمہ
- پاپ کی زندگی (امریکی افسانوں کا مجموعہ) (19)

ممتاز شیریں افسانہ نگار ہونے کے ساتھ اردو فکشن کی اچھی نقاد بھی ہیں۔ وہ عالمی ادب کی روشنی میں ٹھوس اور مدلل انداز نظر اپناتے ہوئے اپنی تنقیدی آرا پیش کرتی ہیں۔ ''ممتاز شیریں'' کو اردو تنقید کے اولین ناقدین میں شمار کیا جاتا ہے۔ انھوں نے ناول، ناولٹ، افسانے اور

طویل و مختصر افسانے کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ تنقید کے ضمن میں ان کی دو کتب "معیار" جو 13 مضامین کا مجموعہ ہے جب کہ ان کی دوسری تصنیف "منٹو: نوری نہ ناری" ہے جو کہ منٹو پر لکھی گئی تنقیدی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ ذیل میں ''ممتاز شیریں'' کی دوسری کتاب "منٹو: نوری نہ ناری" کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس کتاب کے مرتب "آصف فرخی" ہیں۔

منٹو اپنے حوالے سے اس امر کا اظہار کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتا کہ اس کے سینے میں فن افسانہ نگاری کے اسرار و رموز دفن ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والوں کی توجہ عموماً اس جانب مبذول ہو جاتی ہے۔ منٹو کے افسانوں کی ایک نئی معنویت دریافت کرنے والوں میں ''ممتاز شیریں'' کا نام بھی قابل ذکر ہے اور تنقیدی حوالہ سے منٹو ان کی تنقید کا مرکزی حوالہ بن کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ منٹو پر ''ممتاز شیریں'' نے متفرق تحاریر لکھیں اور مزید یہ کہ ایک کتاب "منٹو: نوری نہ ناری" کے عنوان سے بھی منظر عام پر لانے کا سوچا لیکن بوجوہ کچھ مصروفیات اور صحت کی خرابی اس کام کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکیں۔ بعد ازاں اس کام کو صمد شاہین نے آصف فرخی کی معاونت سے منٹو پر لکھے گئے مختلف مضامین کو یکجا کر ایک مرتب شدہ کتاب کی صورت میں پیش کیا۔ اس کتاب کے شروع میں "حرفے چند" اور "''ممتاز شیریں'' فن اور شخصیت کے عنوان سے آصف فرخی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"منٹو کے نقاد کی حیثیت سے ''ممتاز شیریں'' کی وجہ امتیاز یہ ہے کہ انھوں نے منٹو کی تہ در تہ معنوی گہرائی کو Respond کیا ہے"(20)

منٹو پر کتاب لکھنے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے ''ممتاز شیریں'' خود کہتی ہیں:۔

"منٹو کو ایک کتاب کا موضوع اس لیے بنایا کہ میری نظر میں منٹو آج بھی ہمارا نمائندہ اور بہترین افسانہ نگار ہے۔" (21)

اس کتاب کا دیباچہ "منٹو ''ممتاز شیریں'' کی نظر میں" کے عنوان سے مظفر علی سید نے تحریر کیا۔ اس کتاب میں ''ممتاز شیریں'' نے اپنے مخصوص تاثراتی تنقید سے ہٹ کر نفسیاتی نقطہ نظر سے منٹو کو تنقید سے گزار کر اس کی حیثیت کو جانچنے کی اپنی سی کاوش کو پیش کیا ہے۔ زیر بحث کتاب میں 9 مضامین اور 3 ضمیمہ جات کو ترتیب دے کر پیش کیا گیا ہے۔

"منٹو: نوری نہ ناری" کا پہلا مقالہ "یہ خاکی اپنی فطرت میں" کے عنوان سے ہے۔ اس مقالہ میں منٹو کے فن میں ارتقائی پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ منٹو کی ابتدائی تحریریں اس دور کی تلخی، یاسیت اور قنوطیت کا مکمل بیان ہیں۔ منٹو نے اپنے دور کی زندگی اور انسان سے محبت کی بجائے سماج پر وحشیانہ حملہ کی دردناک داستان کو لفظوں میں پرونے کی کوشش کی ہے۔ منٹو کو دراصل انسان سے محبت تھی، انسانی فطرت کا احترام تھا لیکن وہ اس سماج سے خوش نہیں جو انسانی فطرت کو ہلاک کر دیتا ہے۔ بعد ازاں منٹو کے فن اور شخصیت میں ایک نمایاں تغیر اور ارتقا نظر آتا ہے۔ منٹو کے انسان کا قد بڑھتا ہے اور قنوطیت کی جگہ رجائیت لیتی ہے۔ منٹو کے ہاں فطری انسان ابھرتا ہے اور اگر کہیں "سیاسی انسان" کی جھلک نظر آتی ہے تو وہ بھی "فطری انسان" ہی کا پرتو ہے۔ اس فطری انسان میں فطری جبلتیں، تقاضے، خواہشات اور ترغیبات موجود ہیں اور ان عناصر کی تکمیل کے لیے سماج سے بغاوت پر بھی آمادہ ہے۔ اس کی جھلک منٹو کے افسانے "ٹیڑھی

لکیر" میں دیکھی جاسکتی ہے جہاں فطری انسان سماج کے آگے انتہائی مجبور اور بے بس دکھائی دیتا ہے۔''ممتاز شیریں'' اس مقالے میں منٹو کے فرسٹیٹڈ (Frustrated) فطری انسان کے مختلف روپ کی نشان دہی منٹو کے افسانوں "سوراج کے لیے"، "پانچ دن"، "بابو گوپی ناتھ"، "ٹیڑھی لکیر"، "نیا قانون"، "بو"، اور "ٹھنڈا گوشت"، وغیرہ کے ذریعے ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

منٹو کے کرداروں کا تجزیہ کرنے کے لیے ''ممتاز شیریں'' نے منٹو کے دو اہم مگر متضاد اور مرکزی کرداروں "راج کشور"، اور "بابو گوپی ناتھ"، کو پیش کیا ہے۔ یہ دونوں بالکلیہ مختلف تصورات کے حامل ہیں البتہ یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ان دو کرداروں کے حوالہ سے منٹو کا تصور انسان ضرور بدلتا محسوس ہوتا ہے اور ان کے ہاں "فطری انسان" ارتقائی منازل طے کر کے "نامکمل انسان" کا روپ دھار لیتا ہے۔''ممتاز شیریں'' منٹو کے اس زاویہ نظر کو "استاں دال" کے نظریہ کے مماثل قرار دیتی ہیں جس کے مطابق کچھ مکار لوگ اخلاق اور نیکی کی تو بات کرتے ہیں مگر فطرت کے بڑے کمینے اور ریاکار ہوتے ہیں جب کہ دوسری طرف ایسے شریف النفس لوگ بھی ہوتے ہیں جو محبت بھی کرتے ہیں اور ریاکاری، دغابازی اور فریب سے بالکل دور رہتے ہیں۔ منٹو بھی "استاں دال" کی طرح پہلی قسم کے لوگوں سے نفرت کرتا ہے اور دوسری قسم کے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ ممتاز شیریں بتاتی ہیں کہ منٹو خالص نوری فرشتے کی بجائے آدم کی جرات گناہ کو پسند کرتا ہے۔ منٹو کے اسی خیال کو وہ کچھ اس انداز میں پیش کرتی نظر آتی ہیں:

"منٹو کا انسان نوری ہے نہ ناری۔ منٹو کا انسان خاکی ہے۔ وہ وجود خاکی جس میں بنیادی گناہ، فساد، قتل وخون وغیرہ کا امکان ہونے کے باوجود جس کے سامنے خدا نے نوری فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔"(22)

"ممتاز شیریں'' اپنے مقالہ "ترغیب گناہ" میں منٹو کے افسانوں کے نسائی کرداروں کے مختلف روپ پیش کرتی ہیں۔ وہ حوا کی تخلیق اور ترغیب گناہ کو بیان کرتے ہوئے سماج میں اس کی حیثیت متعین کرتی ہیں۔ منٹو کے افسانے "چغد"، "ایک خط"، "بیگو"، "لالٹین"، "نامکمل تحریر"، "ٹھنڈا گوشت"، "پڑھیے کلمہ "اور "سرکنڈوں کے پیچھے" وغیرہ کے نسائی کرداروں پر بحث کرنے کے بعد ''ممتاز شیریں'' جو نتیجہ اخذ کرتی ہیں وہ کچھ یوں ہے:

"عورت جو صرف بدی ہی بدی نہیں بل کہ معصیت اور معصومیت کا مجموعہ ہے جس میں نیکی اور بدی کی قوت اور کمزوری، بلندی و پستی ایک ساتھ پائے جاتے ہیں۔ عورت جو مرد کی بنائی ہوئی سماج میں ایک مظلوم و بے بس شکار ہے۔ عورت جو اپنے دامن میں (یہ دامن آلودہ سہی) وہ موتی چھپائے ہوئے ہے جو اس کی نسائیت کے خاص موتی ہیں—— نرمی، محبت، خدمت گزاری اور "مامتا"، عورت جو "طوائف"، بھی ہے اور "ماں" بھی۔ اور وہ پہلی ازلی عورت ہے جسے سانپ نے دیکھا تھا۔ جس میں "معصومیت" بھی مجسم ہے اور منٹو نے اپنی اس حوا کو جو مجسم معصومیت بھی اور مجسم ترغیب بھی، فطرت کی گود میں پہنچایا ہے۔" (23)

"ممتاز شیریں" منٹو کے افسانوں کے نسائی کرداروں میں حوا کی پہلی قسم "فطرت کی بیٹی"، کو قرار دیتی ہیں جو فطرت کی گود میں پلتی اور بڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ یہ "فطرت کی بیٹی" معصوم تو ہے مگر جنسی تقاضوں اور ترغیبی تحریکات سے آشنا بھی ہے۔ اس کی مثال منٹو

کے افسانوں "چغد"، "ایک خط"، اور "بیگو" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

"ممتاز شیریں" کے مطابق منٹو کے افسانوں میں دوسری عورت وہ ہے جس میں معصومیت کی جگہ بے باکی نے لے لی ہے۔ منٹو کا افسانہ "ٹھنڈا گوشت" اس کی بہترین مثال ہے جہاں جنسی جذبہ، جذبہ رفاقت اور جذبہ انتقام اپنے پورے جوبن پر ہے۔ اسی طرح "پڑھیے کلمہ"، "سرکنڈوں کے پیچھے" کے نسائی کردار بھی غیر معمولی جنسی اور جنونی کیفیات کے حامل ہیں۔ ان افسانوں میں ''ممتاز شیریں'' کا تقابل "موپساں" سے کیا جاتا ہے۔ ''ممتاز شیریں'' نے بھی یہی کہا ہے اور منٹو کے افسانوں کی نفسیاتی تعبیر اسی حوالے سے کرتی نظر آتی ہیں جو فرائیڈ کے نظریات سے استفادے کا نتیجہ ہیں۔

زیر بحث کتاب کا تیسرا مقالہ "کفارہ گناہ"، ہے۔ اس مقالے میں ''ممتاز شیریں'' منٹو کے نسائی کرداروں کو عورت کی تخلیق کے مفروضوں اور روایات کی مدد سے بیان کرتی ہیں۔ وہ منٹو کے افسانوں "شاردا"، "ممی"، "ہتک"، اور "کالی شلوار"، کے کرداروں کو بیان کرتے ہوئے عالمی ادب کے کرداروں سے تقابل کرتی ہیں اور منٹو کو "موپساں" کا ہم خیال بتاتی ہیں۔ ''ممتاز شیریں'' "ماما" کے جذبے کو مقدس مریم میں پاتی ہیں اور منٹو کے افسانوں میں موجود طوائف میں بھی اس کی نشان دہی کرتی ہیں۔ ''ممتاز شیریں'' کے مطابق منٹو نے اپنے دوسرے دور کے افسانوں میں عورت کے ہر جائی پن کے ساتھ ساتھ اس کے بحیثیت ایک ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کے جذبے کا احساس بھی اجاگر ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ اپنے اس مقالے "کفارہ گناہ" میں ''ممتاز شیریں'' "عورت کا نفسیاتی جائزہ" ڈاکٹر ہیلن "کی تحقیق کی روشنی میں کرتی ہیں جس کے مطابق ایک پیشہ ور طوائف ذہنی اور نفسیاتی اعتبار سے بیک وقت ایک مکمل ماں، بہن بھی، بیٹی بھی اور بیوی بھی ہوسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں منٹو کے نسائی کردار "جانکی"، "زینت"، "شاردا"، "بر می لڑکی"، "شوبھا"، "ممی"، "سلطانہ" اور "سوگندھی" وغیرہ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

"ممتاز شیریں" عالمی ادب سے بھی اکتساب فیض کرتی نظر آتی ہیں۔ وہ منٹو اور اس کے فن کا تقابل مغربی فکشن نگاروں اور فنکاروں سے کرتے ہوئے کچھ مقامات پر منٹو کو برتری دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقالہ "کفارہ گناہ" کے ضمن میں "حوا" کے گناہ کا کفارہ "کنواری مریم" نے "ماں" بن کر ادا کیا ہے۔ اس کی مثال کے لیے ''ممتاز شیریں'' نے منٹو کے افسانے "سڑک کے کنارے" میں موجود کردار کو پیش کیا ہے جس نے ایک ناجائز بچے کو جنم دیا ہے۔ ''ممتاز شیریں'' کا یہ تقابلی جائزہ قطعاً مناسب معلوم نہیں ہوتا، کیوں کہ ایک طرف پاک مریمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے جنم دیا جب کہ دوسری طرف منٹو کے افسانے "سڑک کے کنارے" کی کردار نے ایک ناجائز بچے کو جنم دیا ہے جس کا کوئی نہ کوئی باپ موجود ہے اور وہ سراسر گناہ کی پیداوار ہے اور منٹو کا یہ کردار ایک غلط کام اور گناہ کے سبب "ماں" بنا ہے۔ یہاں یہ کہنا بجا ہوگا کہ ''ممتاز شیریں'' کا یہ تقابل۔ ایک طرف پاک دامن مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام اور دوسری طرف گندے بازار کی گندی پیداوار۔ انتہائی غیر مناسب اور ظلم کے مترادف ہے۔ اس تقابل کے حوالہ ابو بکر عباد اپنی رائے کچھ یوں قائم کرتے ہیں:

"منٹو کے افسانوں کا عمدہ اور کامیاب تجزیہ کرنے کے باوجود وہ جذباتیت کا شکار ہوگئی ہیں، اور اپنے اس مقالے میں پہلے دو مقالوں کا سا تنقیدی

توازن قائم نہیں رکھ پائی ہیں۔"(24)

"ممتاز شیریں" کے مقالے "دوسرا گناہ" سے ان کی علم نفسیات سے دلچسپی اور منٹو کے افسانوں میں انسانی نفسیات کی عکاسی کا پتہ چلتا ہے۔ ''ممتاز شیریں'' نے منٹو کے افسانوں کے ذریعے انسانی سرشت میں موجود بنیادی جبلتوں کو بیان کیا ہے۔ان کے مطابق ترغیب گناہ کے نتیجے میں انسان جب گناہ کا ارتکاب کرلیتاہے تو گناہ کر لینے کے بعد انسان میں ندامت کا احساس بھی ضرور ابھرتا ہے اور یہ ندامت و پشیمانی اس انسان کو ایک عجیب کرب و اذیت میں مبتلا کر دیتی ہے۔اس اذیت کو ضمیر کی طرف سے ملامت اور سزا تصور کیا جاتا ہے اور یہ اذیت و سزا اس جسمانی اذیت سے زیادہ سخت ہوتی ہے جو کسی غلطی کے ارتکاب کے جرم کی پاداش میں دی جاتی ہے۔ منٹو کے افسانوں "شریفن"، اور "ٹھنڈا گوشت"، میں اسی اذیت اور سزا کی طرف اشارہ ہے جو ضمیر کی ملامت کے سبب حاصل ہوتی ہے۔

"منٹو نوری نہ ناری" کے ایک مقالہ کا عنوان "منٹو اور بیدی پر مغربی افسانے کا اثر" ہے۔ یہ مقالہ ''ممتاز شیریں'' کے مجموعے "معیار" میں موجود ایک طویل تنقیدی مقالہ "مغربی افسانے کا اثر" کا ایک جزو معلوم ہوتا ہے جسے ایک الگ نام دے کر یہاں پیش کر دیا گیا ہے۔اس مقالہ میں ''ممتاز شیریں'' ایک طویل بحث کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتی ہیں کہ "بیدی" کے ہاں مغربی افسانہ نگار "چیخوف" کے اثرات ابھر کے سامنے آتے ہیں جب کہ "منٹو" مغربی افسانہ نگار "موپساں" کے تابع ہے۔ "موپساں" کی طرح "منٹو" کے افسانے پڑھنے کے بعد مجموعی طور پر انسان میں یہ صورت سامنے آتی ہے کہ انسان میں بدی کا مادہ پایا جاتا ہے اور یہی انسان کی بدصورتی ہے جو اسے غلاظت اور حیوانیت کے درجے تک پہنچا دیتی ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ اس بدصورتی اور غلاظت کے باوجود انسان "احسن تقویم" کے درجے پر فائز ہو کر سب سے خوب صورت مخلوق ہے اور اس کی انسانیت سب سے زیادہ خوب صورت ہے۔

"منٹو نوری نہ ناری" کا ایک مقالہ "منٹو کا تغیر اور ارتقاء" بھی "''ممتاز شیریں''" کی کتاب "معیار" سے منتخب شدہ ہے۔ ممتاز شیریں نے اس مقالے میں منٹو کے فکر و فن میں تغیر اور ارتقاء کا مطالعہ کیا ہے اور آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد کے منٹو میں جو فکری و فنی تبدیلیاں دیکھی ہیں۔اور ان تبدیلیوں کو منٹو کے افسانوں کے تقابلی مطالعہ سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ "ہتک" اور "نیا قانون" کے مقابلے میں "بابو گوپی ناتھ" اور "ٹھنڈا گوشت" کو زیادہ پسند کیا ہے۔ وہ اس حوالے سے لکھتی ہیں:

"منٹو کے اسلوب تحریر میں اب غضب کی چستی ہے۔ "ٹھنڈا گوشت" اتنا گٹھا ہوا چست اور مکمل افسانہ ہے کہ اس میں ایک لفظ گھٹایا، یا بڑھایا نہیں جا سکتا۔" (25)

ممتاز شیریں کا مقالہ "منٹو کی فنی تکمیل" پچھلے مقالوں سے مربوط اور اسی سلسلے کی آخری کڑی ہے۔ شیریں منٹو کے افسانے "سڑک کے کنارے" اور منٹو کے ڈرامے "اس منجدھار میں" پر بحث کر کے اسے منٹو کے فن کی ارتقائی تکمیل کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ان میں وسعت ، تمثیل اور آفاقیت کا احساس ہوتا ہے۔ شیریں کے خیال میں بالآخر منٹو یہ حقیقت جان گیا تھا کہ بڑے بڑے فنکار کے فن میں زندگی اور وجود کا ایک مثبت فلسفہ ہوتا ہے۔ ڈرامے میں منٹو نے منفی عناصر کو عدم اور فنا کی طرف جاتے دکھایا ہے اور اثباتی عناصر کو حیات جدید سے تعبیر کیا

ہے۔اس مقالے میں ممتاز شیریں نے تاثراتی تنقید کا انداز اپنایا ہے۔

ممتاز شیریں کا مقالہ ''ادب میں انسان کا تصور'' کو تقابلی مطالعہ کے طور پر پیش کرتی ہیں۔اس تقابلی جائزہ کے حوالے ان کی رائے یہ ہے کہ ادب میں نامکمل انسان کا نامکمل تصور موجود ہے جو تکمیل کا خواہش مند ہے۔یونانی المیہ کا ہیرو، شیکسپیئر کے ڈراموں کے کردار، دستو وسکی کا ٹامس مین، کافکا کا انسان، سارتر کا خود وجودی انسان، یہ سب کے سب کردار ایک نامکمل انسان کے مختلف روپ کو ظاہر کرتے ہیں۔انسان کی سرشت میں گناہ کا رجحان موجود ہے اور اس رجحان کا یہی پہلو اسے پشیمانی اور کیتھارسس کے عمل سے گزار کر انسان کو کندن بنا دیتا ہے۔

ممتاز شیریں مغربی ادب میں انسان کے قد گھٹنے کو انسان اور انسانیت کی قدر کم ہونے سے تعبیر کرتی ہیں جب کہ اردو ادب میں ''علامہ محمد اقبالؒ'' نے انسان کا بلند و بالا تصور پیش کیا ہے اور ''علامہ محمد اقبال'' کا یہ تصور ''انسان کامل'' خودی کے جوہر سے بھرپور ہے اور جہد مسلسل سے برسرپیکار ہے۔ممتاز شیریں اردو ادب میں نئے ادب کی تحریک (1936ء تا 1947ء) سے متعلق انسان کے تصورات کو بیان کرتے ہوئے پریم چند کے مثالی کردار، ترقی پسند کے سیاسی اور فطری انسان، قیام پاکستان کے بعد کے سماجی انسان اور ''انتظار حسین'' کے ''آخری آدمی'' میں انسان کا اخلاقی و روحانی زوال پیش کرتی ہیں۔ان سب کے باوجود وہ زمانے کے لیے ایک مسیحا کی آمد ثانی کے لیے پرامید ہیں۔

ممتاز شیریں کا ایک مقالہ ''منٹو ایک اخلاقی فنکار'' کے عنوان سے ہے۔یہ مضمون منٹو کی پندرھویں برسی کے موقع پر لکھا گیا ہے۔اس مضمون میں وہ منٹو کے فن کی قدر و قیمت کا تعین کرتی ہیں۔وہ منٹو کے موضوع ''جنس'' کے انتخاب کی وجہ بھی بتاتی ہیں کہ منٹو کے ادب کی دنیا گرے ہوئے کرداروں سے آباد تھی۔وہ ان کے لیے ہمدردانہ رویہ رکھتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ منٹو ایک اخلاقی فنکار بھی تھا۔منٹو کے افسانوں میں اس اخلاقی نظریہ حیات کرداروں اور واقعات کے تجزیے اور تعمیر میں مضمر ہے۔یہ منٹو کے فن کا ارتقا تھا۔اس کے ہاں ابہام نہیں، صاف، کھلی، سیدھی اور براہ راست نوعیت کی تحریریں ہیں۔اس کا پیغام واضح ہے۔وہ انسان کو انسانیت سے متعارف کراتا ہے جس کی تمام بھیانک تصویروں کے ساتھ ہمدردی بھی پیدا ہوتی ہے۔ممتاز شیریں اپنے اس مقالہ کا اختتام ''آندرے موروا'' کے الفاظ پر کرتی ہیں جس سے منٹو کو سمجھنا اور آسان ہو جاتا ہے اور منٹو ایک اخلاقی فنکار کے طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔وہ ''آندرے موروا'' کے الفاظ نقل کرتی ہیں''

"A True moralist always depicts an immoral world because he puts us on our guard against the world as it is. The moralist always frightens because he is true and truth is frightening to man." (26)

کتاب کے آخر میں آصف فرخی نے ضمیمہ جات شامل کیا ہے۔ان کا ایک ضمیمہ ''بنیادی گناہ: جنس'' کے عنوان سے ہے۔ایک ضمیمے میں منٹو کی بہترین اور نمائندہ تحریروں کی فہرست شامل کی ہے۔ان ضمیمہ جات میں ایک ضمیمہ منٹو کے انتقال پر قائم کی جانے والی یادگار کمیٹی کی رپورٹ ہے جو ممتاز شیریں نے کمیٹی کے سیکریٹری کے طور پر لکھی تھی۔یہ رپورٹ ''نقوش'' کراچی کے ''منٹو نمبر 1955ء'' میں شائع ہوئی۔اس نمبر کو شاہد احمد دہلوی، شمس زبیری، محمد حسن عسکری اور سلیم احمد کے علاوہ ممتاز شیریں نے مرتب کیا۔یہ رپورٹ ''منٹو کی یادوں

" کے عنوان سے پیش کی گئی۔

مجموعی طور پر ممتاز شیریں کے ضمن میں مظفر علی سید کی اس رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ :

"انھوں نے منٹو پر جم کے لکھا ہے جس کا محض یہ مفہوم نہیں کہ انھوں نے متعدد مقالات اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر قلم بند کیے ہیں بل کہ یہ بھی کہ اس سلسلے میں انھوں نے جو کچھ لکھا ہے کسی قدر محویت اور ذمہ داری کے ساتھ لکھا ہے۔"(27)

منٹو اور مذہب

منٹو کی زندگی پر نگاہ کریں تو منٹو پر اشتراکیت کے واضح آثار دیکھے جا سکتے ہیں البتہ منٹو کے ہاں مذہب اسلام کی مدح توصیف میں بھی روایتی انداز کے چند فقرے ایسے نمایاں ہوتے ہیں جو اس کو مسلمان ثابت کرتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ وہ لکھتا ہے :

"روحانیت یقیناً کوئی چیز ہے ، جو لوگ نماز اور روزے، آرتی کرتن سے روحانی طہارت حاصل کرتے ہیں ، ہم ان کو پاگل نہیں کہہ سکتے۔"(28)

منٹو نے اپنے ایک افسانے "میرٹھ کی قینچی" میں ایک رنگین محفل کا ذکر کیا ہے جہاں فنکارہ "پارو" گیت، غزل اور بھجن سے حاضرین کا دل بہلانے کے علاوہ توجہ حاصل کرنے کے لیے جب نعت گوئی کا سہارا لیتی ہے تو منٹو اسے یہ کہہ کر روک رہا ہے کہ محفل شراب میں کالی کملی والے کا ذکر نہ کیا جائے تو اچھا ہے۔ یہ بیان اس کے مذہب سے دلی لگاؤ کو ظاہر کرتا ہے۔ اپنی تحاریر کو رنگین اور مسجع بنانے کے لیے منٹو نے کہیں کہیں انتہائی عمدہ انداز میں مذہبی استعارے بھی استعمال کیے ہیں۔ تحریک آزادی کے ذکر کے ضمن میں وہ ایک کھدر پوش مسلم مجاہدہ کے حسن کی تعریف کرتے ہوئے یوں گویا ہوتا ہے :

"وہ مجھے نماز اور آرتی کا دل فریب مجموعہ دکھائی دیتی ہے۔"(29)

اسی طرح منٹو اپنے ایک افسانے میں پہلی دفعہ ماں بننے والی لڑکی کے احساسات کو بیان کرتے ہوئے اس کے سینے پر موجود پستانوں کی گولائیوں کو مسجد کے مقدس محرابوں سے مشابہ قرار دیتا ہے۔(30) اسی طرح اپنے افسانہ یزید میں اس نام سے وابستہ روایت کو ایک نیا رخ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار جب اپنے نوزائیدہ بیٹے کی پیدائش پر اس کے نام کو "یزید" سے تعبیر کرتا ہے تو اس کی بیوی حیرت اور ہچکچاہٹ سے اس کو دیکھتی ہے جس پر مرکزی کردار اپنی اہلیہ کو یہ کہہ کر چپ کروا دیتا ہے کہ : "اس نے پانی بند کیا تھا، یہ جاری کرے گا۔(31) اسی طرح وہ اپنے ایک مضمون میں نام نہاد مذہب کے ٹھیکیداروں کے متعلق لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ مذہب ایک چٹان کی مانند ہے جس پر سمندر کی لہریں بھی اثر انداز نہیں ہوتیں۔ سماج میں خطرہ ان ٹھیکیداروں کو ہو سکتا ہے مذہب کو نہیں۔ وہ مذہب کو ضمیر کے متبادل کے طور پر لیتا ہے اور ضمیر کو انسانی وجود کا نگران مقرر کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے :

"وہ مثبت اور پسندیدہ افعال میں جسمانی وجود کا شریک بن جاتا ہے، لیکن جب ناپسندیدہ افعال کو دیکھتا ہے تو متنبہ کرتا ہے یا پھر علاحدہ ہو جاتا ہے ۔اس لحاظ سے انسان اپنی زندگی اس طور گزارتا ہے کہ وہ کبھی اپنے افعال کو اپنے ضمیر کے ساتھ ہم آہنگ کر لیتا ہے اور کبھی اپنے ضمیر کی آواز

پر اپنے کان بند کر لیتا ہے۔"(32)

منٹو اس بات کا قائل ہے کہ ہر مذہب کے ساتھ خدا کا نام ضرور جڑا ہوا ہے جب کہ خدا کا کوئی مذہب نہیں۔ خدا اور مذہب کے حوالے سے سنجیدگی سے وہ بہت کم ہی گفتگو کرتا نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں خدا کا ذکر آتا ہے وہ طنز یا مزاح کے ہدف کے طور پر سامنے آیا ہے۔ اپنے اسی طنزیہ اور فکاہیہ انداز میں وہ یوں گویا ہوتا ہے:

"دنیا کی سب سے پہلی عورت جب ماں بنی ہوگی تو خالق کائنات کا رد عمل کیا تھا! دنیا کے سب سے پہلے مرد نے کیا آسمان کی طرف تمتماتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر دنیا کی سب سے پہلی زبان میں بڑے فخر کے ساتھ یہ نہیں کہا تھا کہ "میں بھی خالق ہوں"۔ (33)

ایک اور جگہ وہ کچھ یوں ذکر کرتا ہے:

"خداوند نہ تو کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے۔ تیرا وجود ہے بھی اور نہیں بھی ہے، کیا مصیبت ہے! تیری دنیا میں ہم کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں۔ پانی بھی اور شراب بھی۔"(34)

منٹو نے اگرچہ اپنی جملہ تحاریر کو 786 سے رسمی طور پر آغاز دیا ہے لیکن اس کی مذہبی سوچ اور فکر کا خلاصہ یہ ہے وہ روایات اور توہمات کی بنیاد پر قائم ہونے والے رسوم و رواج اور اعتقادات کے کسی نظام کا حامل نہیں رہا۔ اس کی نظر میں زندگی اور موت دو الگ مگر کھردری حقیقتیں ہیں۔

کیا منٹو فحش نگار تھا؟ یہ وہ سوال ہے جس منٹو کی حیثیت کو متنازعہ بنادیا اور وہ مولوی حضرات اور مذہبی لوگوں کی نظر میں اپنا مقام گرا گیا۔ اب وہ فحش نگار ہے یا نہیں ذیل کی بحث اس کو واضح کرنے کے لیے کافی ہوگی۔ عصمت فروشی منٹو کے افسانوں کا ایک اہم ترین موضوع رہا ہے لیکن اس کے باوجود اس نے جنس نازک کی بے حیائی اور عریانی کو مخصوص نہیں کیا۔ وہ اس بے حیائی اور عریانیت کو ایک انسانی ضرورت کے طور پر پیش کرتا نظر آتا ہے۔ منٹو عصمت فروشی کو مذہب کے حوالہ مباحث کا حصہ بنانے سے گریزاں ہے اور وہ ایسی مباحث کو فضول شمار کرتا ہے اور وہ مذہب کو ایک بڑا مسئلہ تسلیم کرتا ہے وہ لکھتا ہے:

"گناہ و ثواب اور سزا و جزا کی بھول بھلیوں میں پھنس کر کسی مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور نہیں کر سکتا۔ مذہب خود ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔"(35)

یہی وجہ ہے کہ وہ شریف عورتوں اور فلمی دنیا کے حوالہ سے خلاصہ کلام یہ پیش کرتا ہے کہ گناہ و ثواب کے تعلق سے کسی بھی شخص کا جو بھی ذاتی تصور ہے فن اور فنکار سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اور فلم کی دنیا میں کسی بھی عورت کا باعصمت اور باعزت ہونا ضروری نہیں۔ منٹو انسان کو اس کے فطری تقاضوں سے منھ موڑتا نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے مطابق انسان کو انسان ہی رہنا چاہیے۔ منٹو لفظ "اخلاق" سے چڑتا محسوس ہوتا ہے وہ اخلاقی سطح پر کیے جانے والے فیصلوں کا کبھی قائل نہیں رہا۔ اس کا ماننا ہے کہ آدرش، مذہب اور اخلاق اتنے بھی انسان کو صاف کر دیں کہ وہ آدمیت سے ہی نکل جائے۔ منٹو عیسیٰ، بدھ اور گاندھی کی ریاضت، نفس کشی جو انسان کو فرشتہ بنا دینے والی اخلاقیات ہیں، بالکل پسند

نہیں۔ وہ آدمی کو آدمی دیکھنا زیادہ پسند ہے۔ وہ انسان کو اس کے عالی مرتبت مقام بشریت سے ہٹا کر اسفل درجہ پر پہنچانے کو ناگوار محسوس کرتا ہے۔ میں مسجود ملائک ہوں مجھے انسان ہی رہنے دو کا وہ پوری طرح قائل ہے۔

بعض ناقدین اس طرف بھی گئے ہیں کہ منٹو نے کوئی فحش نگاری کو رواج نہیں دیا بلکہ اس نے معاشرے اور سماج کے اس پہلو سے پردہ اٹھایا ہے جس کے سبب لوگ طوائفوں کو برا بھلا کہتے اور ان سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ منٹو نے جس درد کو محسوس کیا، جس کا تجربہ کیا اور معاشرے و سماج کے جو پہلو اس کے مشاہدے میں آئے وہ اس نے اپنے افسانوں کا موضوع بنا دیے۔ منٹو نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور اسی حقیقت کو پیش کرنے پر اسے فحش نگاری کا علمبر دار شمار کر لیا گیا ہے۔ وہ ہرگز فحش نگار نہ تھا بلکہ وہ ایک نیک خصلت کا مالک انسان تھا جس کو سماج کو سدھارنے کی فکر تھی اور وہ سماج کو وہ راستہ دکھانا چاہتا تھا جس پر چل کر انصاف اور برابری کی بنا پر معاشرہ اور سماج توازن حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ عورتوں کی عزت کرنے والا تھا اور عورتوں کے مسائل کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل کے حل کو معاشرہ اور سماج کے بے رحم کرم پر چھوڑ دیتا تھا۔ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اس کا لہجہ اگرچہ سخت تھا اور جو لوگ اس کے لہجے کی تلخی کو برداشت نہ کر سکے انھوں نے اس پر فحش نگاری کا ٹھپا لگا دیا۔ وہ ایک مجبور شخص تھا جس نے حالات سے سمجھوتہ کرنے کی بجائے حالات کا مقابلہ کرنا سیکھا۔ وہ سچ میں حقیقت نگار انسان تھا، اگر ایسا نہ ہوتا تو اسے قطعاً الزامات سے زہر کا پیالہ کبھی نہ پینا پڑتا۔ اس کی تحریریں دراصل وہ المیہ ہیں جو معاشرے کے کھوکھلے پن کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ ایک رد عمل کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ منٹو نے وہ حقیقتیں واشگاف الفاظ میں بیان کیں ہیں جو معاشرہ کے لیے تکلیف دہ ضرور تھیں لیکن معاشرہ کبھی بھی ان کو بے نقاب نہ کر سکا۔ منٹو نے ایسی حقیقتیں بڑی بے باکی سے نہ صرف بیان کیں ہیں بلکہ ان پر قلم اٹھاتے ہوئے وہ کبھی ہچکچایا نہیں ہے، کیوں کہ اس کے مطابق مولوی کی جو منطق ہے اس کے مطابق ایک طوائف اور رنڈی عین رزق حلال کماتی ہے۔ چوں کہ بقول ملا اور طوائف اللہ تعالیٰ جس پر مہربان ہوتا ہے وہی حلال رزق کمانے کے قابل ہوتا ہے اور حلال کھانے کے قابل ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ منٹو پر جس فحش نگاری کا الزام ہے آج تک اس کی تعریف ممکن نہ ہو سکی ہے۔ منٹو نوری ہے نہ ناری اس کا اندازہ ممتاز شیریں کے اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

"خالص نوری فرشتے کا منٹو کے ہاں گزر نہیں۔ خالص معصوم نوری فرشتے سے جس سے گناہ ہونے کا امکان ہی نہیں، فنکار منٹو کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ وہ آدم کی جرات گناہ کا قائل ہے۔ منٹو کا انسان نوری ہے نہ ناری۔ منٹو کا انسان آدم خاکی ہے۔ وہ وجود خاکی جس نے بنیادی گناہ، فساد، قتل وخون وغیرہ کا امکان ہونے کے باوجود جس کے سامنے خدا نے نوری فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔" (36)

منٹو نے اپنی ہر تحریر اگرچہ 786 یعنی باسم اللہ سے شروع کی تھی لیکن سماج اور معاشرے افراد نے اس پر فحش نگاری اور عریانیت کا Tag چسپاں کر دیا۔ یہ الگ بات ہے سماج اور معاشرہ منٹو کے گناہوں کو کبھی بھی معاف نہ کر سکا لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی رحیم و کریم اور غفور ہے وہ جس کو چاہے اپنی نوازشات سے نواز دے حدیث شریف کے الفاظ میں انسان کی جو نیت ہوتی ہے وہی اس کی مراد بھی ہوتی ہے اور انسان کے اعمال کا دار و مدار جہاں نیتوں پر ہے وہاں انسان کے انجام کا بھی دار و مدار اس کے اعمال کے اختتام پہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں

منقول ہے:

انما الاعمال بالنیات (37)

ترجمہ: بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

اسی طرح کسی بھی انسان کے انجام کار کا اندازہ اس کے اعمال کے اختتام کے حوالہ سے لگایا جاتا ہے۔ منٹو کے اعمال کا انجام کار بھی اس کے اختتام اعمال سے معلوم کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف سے واضح ہے:

انما الاعمال بالخواتیم (38)

منٹو سچ بولتا تھا اور کہاوت ہے کہ سچ کو آنچ نہیں اور قرآن و حدیث بھی اس پر دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ سچ بولنے والوں کے ساتھ ہے اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہی ادا پسند آ جائے۔ منٹو کی قبر پر کھڑے ہوئے عموماً مجید امجد کی لکھی گئی نظم لبوں پر گونج جاتی ہے:

منٹو از مجید امجد

میں نے اس کو دیکھا ہے
اجلی اجلی سڑکوں پر اک گرد بھری حیرانی میں
پھیلتی پھیلتی بھیڑ کے اندھے اوندھے
کٹوروں کی طغیانی میں
جب وہ خالی بوتل پھینک کر کہتا ہے
دنیا! تیرا حسن یہی بد صورتی ہے
دنیا اس کو گھورتی ہے
شور سلاسل بن کر گونجنے لگتا ہے
انگاروں بھری آنکھوں میں یہ تند سوال
کون ہے جس نے اپنی بہکی بہکی سانسوں
کا جال
بام زماں پر پھینکا ہے
کون ہے جو بل کھاتے ضمیروں کے پر پیچ
دھندلکوں میں
روحوں کے عفریت کدوں کے زہر اندوز

محلکوں میں

لے آیا ہے بن پوچھے اپنے آپ

عینک کے برفیلے شیشوں سے چھنتی نظروں

کی چاپ

کون ہے یہ گستاخ

تاخ تڑاخ۔(39)

References

1. Al Quran: Surat al Aeraf: 33.
2. Al Quran: Surat al Inam: 151.
3. Al Quran: Surat al Nahal: 90.
4. Malik bin Anus, “Mouta Imam Malik”, vol.1, Karachi Qadeemi Kutub Khana, Aaram Bagh, hadith: 1545.
5. Al Quran: Surat al Bani Israel: 32.
6. Abu Abdullah Muhammad bin Ismail bin Ibrahim, Al Bukhari, “Saheeh Bukhari”, Vol.2, Karachi, Al Bushra Publication, 1441 AH, hadith: 996.
7. Abu al Hussain, Asakarudin Muslim bin al Hajjaj, Neshapuri, Saheeh Muslim, Vol.3, hadith: 2490.
8. Abu Essa Muhammad bin Essa bin Soudah al Tirmizi, “Jamia Tirmizi”, vol.1, Karachi, Quran Mahal, hadith: 2097.
9. Wikipedia/ Saadat Hassan Minto.
10. Ibid.
11. Ibid.
12. Wikipedia/ Mumtaz Shireen
13. Tanzeem al Firdous, Dr: Mumtaz Shireen: Shakhsiyat or Fun, Academy of Adbiyat Pakistan, Islamabad, 2007, p. 13.
14. Wikipedia/ Mumtaz Shireen
15. Ibid.
16. Ibid.
17. Ibid.
18. Ibid.
19. Ibid.
20. Mumtaz Shireen, “Minto, Noori na Nari”, Asif Farkhi (Muratb), Article: Hurfee Chand, Karachi, Maktaba Asloob, 1985, p. 6.
21. Ibid, p. 7.
22. Mumtaz Shireen, “Ye Khaki Apli Fitrat Main”, Article Mashmoola” Minto: Noori na Nari, Asif Farkhi (Muratb), Karachi, Maktaba Asloob, 1985, p. 6.
23. Mumtaz Shireen, “Targheeb e Gunah”, Article Mashmoola” Minto: Noori na Nari, Muratib: Asif Farkhi, Karachi, Maktaba Asloob, 1985, p. 65.
24. Abu Bakar, Ebad, “Mumtaz Shireen: Naqid, Kahanikar”, Delhi, Educational Publishing

House, 2006, p. 248.
25. Mumtaz Shireen, “Minto ka Taghaur or Irtiqa”, Article Mashmoola” Minto: Noori na Nari, Muratib: Asif Farkhi, Karachi, Maktaba Asloob, 1985, p. 124.
26. Mumtaz Shireen, Article Mashmoola” Minto: Noori na Nari, Muratib: Asif Farkhi, Karachi, Maktaba Asloob, 1985, p. 158.
27. Muzafar Ali Syed, “Minto: Mumtaz Shireen ki Nazar main” Monthly Qund, Mumtaz Shireen Number, Issue: 4-5, February 1974, p. 49.
28. Dr. Humayon Ashraf, “Minto ke Mazameen”, Urdu bazar Lahore, p. 309.
29. Dr. Humayon Ashraf, “Minto ke Afsane”, Vol. 2, Lahore, Urdu Bazar, p. 1156.
30. Ibid, p. 1129.
31. Dr. Humayon Ashraf, “Minto ke Afsane”, Vol. 2, Lahore, Urdu Bazar, p. 426.
32. Ibid, p. 385.
33. Dr. Humayon Ashraf, “Minto ke Afsane”, Vol. 1, Lahore, Urdu Bazar, p. 638.
34. Dr. Humayon Ashraf, “Minto ke Khakee”, Lahore, Urdu Bazar, p. 217.
35. Dr. Humayon Ashraf, “Minto ke Mazameen”, Lahore, Urdu Bazar, p. 289.
36. Mumtaz Shireen, “Hurfee Chand”, Article Mashmoola” Minto: Noori na Nari, Muratib: Asif Farkhi, Karachi, Maktaba Asloob, 1985, p. 06.
37. Muhammad bin Abdullah Khateeb, al Tabrezi, “Mushkawat al Masabeeh”, Karachi, Qadimee Kutub Khana, Aram Bagh, 1368 AH, p. 11.
38. Abu Abdullah Muhammad bin Ismail bin Ibrahim, Al Bukhari, “Saheeh Bukhari”, Vol.2, Karachi, Al Bushra Publication, 1441 AH, hadith: 6607.
39. Majeed Amjad, “Kulyat Majeed Amjad”, Muratib: Dr. Khuwaja Muhammad Zakariya, Al Hamd Publications, Vol.3, March 2001, p. 132.